رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد (۱۲) — ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء — ایڈیٹر قاضی عبدالغفار — ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ — نمبر (۲۴)

لسانی اقلیتوں کی کانفرنس

اس نام سے ایک کانفرنس گزشتہ ۱۴ اور ۱۵ نومبر کو گورکھپور میں زیر صدارت مسٹر مہتاب رکن پارلیمنٹ منعقد ہوئی۔ اس کا تھوڑا بہت حال ہمیں صرف اخباروں سے معلوم ہوا اور اخباروں میں بھی اس کا چرچا کچھ زیادہ نہیں ہوا۔ یہ کانفرنس کیا تھی، کیوں کی گئی اور اس میں کن مسائل پر غور کیا گیا یہ سب باتیں تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں۔ نئی دہلی میں مسٹر دامن موتی نے اس اجتماع کے متعلق ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ ایک اخباری نامہ نگار کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

"اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ مختلف ریاستوں میں اور ان کے علیحدہ بڑے شہروں میں جیسے کہ کلکتہ، نئی دہلی اور مدراس میں لسانی اقلیتوں کے تہذیبی حقوق کو محفوظ کرایا جائے۔ نئی ہندوستانی دستور کے تمہیدی اصولوں میں تو دے گئے ہیں لیکن قانوناً ان کی حفاظت نہیں کی گئی ہے۔

جن لوگوں کا تعلق لسانی اقلیتوں سے ہے اور جو ریاستوں کی لسانی تقسیم کے بعد بھی باقی رہیں گے، ان کو ان ریاستوں میں جہاں وہ رہتے ہیں ریاستی ملازمتوں میں اور اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دلانے کے معاملے میں دوسروں کے ساتھ مساوی حیثیت حاصل نہیں ہے اور ان کے لئے متعدد دوسری رکاوٹیں ہیں جن کے خلاف انھیں قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل نہیں ہے۔ مثلاً بہار میں بنگالی زبان بولنے والی آبادی یا اندھرا میں رہنے والے اوڑیا یا مدراس میں رہنے والے اندھرا یا کلکتہ، بمبئی، مدراس، گورکھپور وغیرہ میں رہنے والے لسانی اقلیتوں کے لوگ جو وہاں صرف دوسرے درجے کے شہری سمجھے جاتے ہیں لیکن دستور کا منشا یہ نہ تھا تاہم دستور نے ان لوگوں کے لئے کافی قانونی تحفظات مہیا نہیں کیے۔

گورکھپور کے کنونشن کا جس میں توقع ہے کہ مختلف ریاستوں کی ان اقلیتوں کے ایک ہزار سے زیادہ نمائندے شرکت کریں گے، مقصد یہ ہے کہ ان اقلیتوں کی دشواریوں کو رفع کیا جائے اور ہندوستان کے تمام شہریوں کی شہری حیثیت کو یکساں بنایا جائے۔"

اس کانفرنس کے مقاصد میں بہار میں بنگالی زبان بولنے والے، مدراس میں اندھرا کے لوگوں اور میسور اور اڑیسہ وغیرہ میں ایسی اقلیتوں کی دشواریوں کا تو حوالہ دیا گیا ہے لیکن اردو اور ہندوستانی بولنے والی اقلیت کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں دیا حالانکہ ہندستان میں سب سے زیادہ جو اقلیت پھیلی ہوئی ہے وہ یہی ہے۔ بمبئی، مدراس، حیدرآباد، جنوبی ہند، مدھیہ پردیش، اتر پردیش اور تمام ہی ریاستوں میں جس اقلیت کے لوگ ہر جگہ موجود ہیں اور اپنی زبان کی وجہ سے تہذیبی، سماجی اور معاشی دشواریوں کا سامنا کر رہے ہیں وہ اردو زبان والوں ہی کی اقلیت ہے۔

جہاں تک ہمیں علم ہے اس اقلیت کے کسی نمائندے کو گورکھپور کی کانفرنس میں شریک ہونے کی دعوت بھی نہیں دی گئی۔ کانفرنس نے کیا فیصلے کئے اور وہ لسانی اقلیتوں کے لسانی حقوق کو قانوناً محفوظ کرانے کی کیا کوشش کرے گی، اس کا بھی کچھ حال ہمیں معلوم نہیں۔ معلوم صرف اتنا ہی ہے کہ لسانی بنیاد پر دوسرے درجے کی شہری حیثیت کو ختم کرا کے سب کے لئے مساوی شہریت حاصل کرنے کا جو مقصد سامنے رکھا گیا اس میں وہ لسانی اقلیت شامل نہیں ہے جس کی زبان سب زبانوں سے زیادہ ہر ریاست میں پھیلی ہوئی ہے۔ گجراتی، تلگو، اڑیا، بنگالی یا مرہٹی سب ایسی زبانیں ہیں جو صرف ایک ہی دو صوبوں میں اقلیت کی زبان ہیں اور جن کے حقوق کے تحفظ کی ضرورت ان ایک ہی دو ریاستوں میں پیش آسکتی ہے لیکن اردو اور ہندستانی بولنے والی اقلیت کو تو ہر ریاست میں تحفظات کی ضرورت ہے لیکن اس کی آواز اس کانفرنس میں شریک نہیں، یہ ایک عجیب فروگذاشت ہے۔ اگر اردو اور ہندستانی کی حیثیت اتنی واضح اور نمایاں نہ ہوتی جتنی کہ ہے تو ہم یہ سمجھتے کہ یہ فروگذاشت غیر ارادی ہے لیکن اردو کی موجودہ حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ فروگذاشت ارادی ہے اور اس کے پردے میں شاید یہ خواہش پوشیدہ

ہے کہ ہندستانی شہریت کے ساتھ اردو اور ہندستانی کا نام ہی نہ آنے پایا۔

شاخوں کی کانفرنس

اعلان کیا جا چکا ہے کہ دسمبر میں انجمن کی شاخوں کے عہدہ داروں کا ایک اجتماع علی گڑھ میں ہوگا۔ ہم نے مجوزہ اجتماع کے متعلق تمام شاخوں کے عہدہ داروں کی رائے معلوم کی تھی۔ ان میں سے چند نے تو ہمارے مراسلے کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا ہے لیکن دو شاخوں کے سوا باقی سب نے اس تجویز کی پوری تائید کی ہے بلکہ بعض نے تو اصرار کیا ہے کہ اس اجتماع میں تاخیر نہ کی جائے۔ جن دو نے اختلاف کیا ہے۔ ان کے اختلاف کا پس منظر اصولی نہیں معلوم ہوتا بلکہ وہ کسی دوسرے اثر کے تحت اس اجتماع کی تجویز کو اچھا نہیں سمجھتے۔ بہرحال شاخوں کی بہت بڑی اکثریت مرکز کی ہم خیال ہے اس لئے شروع دسمبر میں جلسے کی تاریخ کا اعلان ہو جانا چاہیئے' لیکن ہم صرف ایک وجہ سے ابھی تک کوئی تاریخ مقرر نہیں کر سکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شروع ہی سے ہمارا خیال تھا کہ جب انجمن کا وفد صدر جمہوریہ سے ملاقات کر چکے اس کے بعد یہ اجتماع کیا جائے' لیکن بعض اسباب کے تحت جو ہمارے قابو سے باہر ہیں' باوجود کوشش کے صدر جمہوریہ سے وفد کی ملاقات کی کوئی تاریخ معین نہیں ہو سکی ہے اور ہمیں ہر روز انتظار ہے کہ تاریخ کے تعین کی کوئی اطلاع وصول ہو۔ مجوزہ کانفرنس میں جو مسائل زیر غور آئیں گے ان کا پس منظر صدر سے انجمن کے وفد کی ملاقات کو ہونا چاہیئے تاکہ اس کی روشنی میں ہم اپنا پروگرام بنا سکیں اور شاخوں کے عہدہ داروں سے مشورہ کر سکیں۔ جس وقت بھی وفد کی ملاقات ہو چکی مجوزہ کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ یہ ممکن ہے کہ آخر دسمبر کی بجائے کانفرنس جنوری کے مہینے میں کرنی پڑے' لیکن اگر ایسا ہوگا تو بدرجۂ مجبوری ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ جو اصحاب مجوزہ اجتماع کے متعلق بار بار یاد دہانی کر رہے ہیں وہ اس تصریح سے مطمئن ہو جائیں گے اور صدر جمہوریہ سے ہمارے وفد کی ملاقات کا انتظار کریں گے۔

تصحیح

۱۵ر اکتوبر کی اشاعت میں مرادآباد کی شاخ کے افتتاح کی خبر میں عہدہ داروں کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں کتابت کی غلطی سے محترمہ بیگم سعید صاحبہ کے نام کے بجائے "بیگم لیلا صاحبہ نائب صدر" شائع ہو گیا ہے۔ جس کا ہمیں افسوس ہے۔ ناظرین تصحیح فرما لیں۔

اردو ہائی اسکولوں میں بھی ختم

اترپردیش کے بورڈ آف ایجوکیشن نے صوبائی حکومت سے سفارش کی ہے کہ ہائی اسکول کے امتحان میں ۶ مضامین ہونے چاہئیں۔ چار لازمی اور دو اختیاری۔ چار لازمی مضامین حسب ذیل ہیں :۔

(۱) ہندی مع سنسکرت

(۲) انگریزی

(۳) ریاضی

(۴) سوشل اسٹڈیز لڑکوں کے لئے اور ہوم سائنس لڑکیوں کے لئے

حسب ذیل مضامین سے کوئی دو اختیاری مضامین ہوں گے :۔

(۱) ایک غیر ملکی جدید زبان یا ایک ہندوستانی کلاسکی زبان

(۲) تاریخ مع ملحقہ جغرافیہ کے۔

(۳) ریاضی (لڑکیوں کے لئے)

(۴) سماجیات

(۵) اقتصادیات

(۶) جغرافیہ

(۷) فزکس اور کیمسٹری

(۸) آرٹ' موسیقی' مصوری' رقص وغیرہ

لازمی مضامین میں تو بہر حال اردو کا نام آ ہی نہ سکتا تھا' لیکن اختیاری مضامین میں بھی ہندستان کی صرف کلاسکی زبان شامل کی گئی ہے۔ اس میں بھی اردو کی کہیں گنجائش نہیں۔ البتہ انگریزی زبان لازمی مضمون قرار پائی ہے۔

نریندر دیو کمیٹی نے جس کی سفارشات پر غور کرنے کے بعد بورڈ نے اپنی سفارشات پیش کی ہیں۔ اس بات پر زور دیا تھا کہ انگریزی زبان کے بجائے اگر طالب علم چاہے تو اسے ہندستان کی کسی زبان کو لینے کی آزادی حاصل ہو۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ یہ تجویز بورڈ کی اکثریت نے نامنظور کر دی اور انگریزی زبان کو لازمی مضمون قرار دیا۔

ظاہر ہے کہ نریندر دیو کمیٹی کی سفارش میں اس کی گنجائش تھی کہ انگریزی کا بدل کوئی ہندستانی زبان ہو سکتی اور اس طرح اردو کے لئے ایک گنجائش نکلتی تھی۔ لیکن بورڈ نے اس امکان کو بھی بالکل ختم کر دیا۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— لکھنؤ میں محمد اسحٰق صدیقی صاحب کوئی بزرگ ہیں (ہم انہیں نہیں جانتے یہ کوتاہی ہماری ہے) ان کا ایک مراسلہ "نیشنل ہیرالڈ" کی ایک تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے فرمایا ہے کہ "دیوناگری کے سوا دوسرے رسم الخط کو استعمال کرنے والے لوگوں سے استدعا کی جائے کہ وہ اپنے مقامی رسم الخط کو ترک کر دیں اور اپنی زبان کو صرف دیوناگری رسم الخط میں لکھیں"

—— انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جیسا کہ وزیر اعظم چاہتے ہیں فارسی رسم الخط کیوں باقی رہے"۔ منجملہ اور فوائد کے جو موصوف کی رائے میں دیوناگری رسم الخط اختیار کر لینے اور فارسی رسم الخط کو ترک کر دینے سے حاصل ہوں گے ایک یہ بھی ہے کہ اردو کے اخباروں، رسالوں اور کتابوں کی اشاعت میں اضافہ ہو جائے گا —— وغیرہ وغیرہ وغیرہ!!

—— کوئی بھی اردو والا اس تجویز سے اختلاف نہ کرے گا کہ اردو زبان کا ادب دیوناگری رسم الخط میں ضرور شائع ہونا چاہیئے، لیکن فارسی رسم الخط کو قطعاً ترک کر دینے کے سوال کا اہم ترین پہلو صدیقی صاحب کی گہری فکر و نظر کی زد سے بچ کر نکل گیا۔ ان کی رائے میں یا تو اردو ادب کی وہ تہذیبی میراث جس کے خزانے دو سو تین سو سال سے جمع ہوتے رہے ہیں بہت ہی بے قیمت ہے، جس کے فنا ہو جانے سے اور اس سے اردو والوں کی آئندہ نسلوں کو محروم کر دینے سے ملک کا کوئی نقصان نہ ہوگا یا کسی چھو منتر کا کوئی ایسا نسخہ صدیقی صاحب کو مل گیا ہے کہ وہ ایک دن اس تمام ذخیرے پر پھونک دیں گے اور "چھو" کے ساتھ ہی وہ سب کا سب دیوناگری رسم الخط میں منتقل ہو جائے گا!!

—— اردو کے حامیوں کی اکثریت اردو اور ہندی کو دو الگ الگ زبانیں نہیں مانتی اور اسی لئے دو رسم الخط اور ایک قومی زبان کے فارمولے کو آج تک مانے جاتی ہے۔ لیکن صدیقی صاحب اور ان کے ہم خیال اصحاب کو اصرار ہے کہ قومی زبان کی یکتائی صرف ایک ہی رسم الخط سے قائم رہ سکتی ہے!! اس کا وجود دو پرچھائیوں کا بار گوارا نہیں کر سکتا! —— رہیں آئندہ نسلیں تو وہ اپنی فکر خود ہی کر لیں گی۔ ان کے متعلق صدیقی صاحب کی رائے میں زیادہ تردد کی ضرورت نہیں! ادب اور کلچر کا جو خزانہ صدیوں میں جمع ہوا ہے، اگر وہ رسم الخط بدلنے کی وجہ سے آئندہ پچاس سال میں دریا برد ہو جائے تو قومی زبان اور رسم الخط کی وحدت کے لئے اُسے بھی گوارا ہی کرنا چاہیئے —— یہ ایک نہایت شدید قوم پرستانہ جذبہ ہے!! یعنی ultra na- tionalist sentiment —— اگر وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو یہ قصور ہمارا ہے!!

—— بعض اوقات مراسلتوں میں دستخط کرنے کا انداز بہت ہی تبسم آفریں ہو جاتا ہے! یعنی یہ سوچنا پڑتا ہے کہ مکتوب کے کاتب یا تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دستخط کی پیچیدگی پڑھنے والے کی نافہمی پر غالب آ سکے گی یا یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دستخطوں کا مارکہ اتنا عام ہے کہ ان کے قلم کی چند ٹیڑھی لکیروں سے دیکھنے والے کو خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ تحریر کس کی ہے۔

—— مثلاً آگرہ سے حسب ذیل مکتوب انجمن کے سکریٹری کو وصول ہوتا ہے:

"میں مدت سے سُن رہا ہوں کہ بیس لاکھ دستخط جمع ہو چکے ہیں اور اب آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ جلد از جلد ایک وفد کو پریذیڈنٹ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ اس وقت موقع اچھا ہے ۔۔۔۔۔ یقیناً کچھ ہو رہے گا ورنہ جتنا بھی وقت گزر رہا ہے ہم ہندی گردی کا شکار ہو رہے ہیں"

اس مکتوب کے کاتب کا پتہ نشان اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اب اگر ہم ان کو کوئی جواب دینا چاہیں تو ان دستخطوں کی نقل لفافہ پر چپکا کر ڈاک میں ڈال دیں —— اس کے سوا اور کیا کریں!! —— "ہندی گردی" اُدھر اور "دستخط گردی" کا شوق بے محابا اِدھر! اس شوریدہ بازی کے رموز تک ہم اپنے فہم کی نارسائی کا ماتم کرتے ہیں!!

—— اتر پردیش کی ریاستی کانگریس کمیٹی کی کونسل کے جلسہ کی جو مختصر روداد اخباروں میں شائع ہوئی ہے اس کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے:-

> کونسل کے صبح کے اجلاس میں ان گشتیوں اور خطوط پر غور کیا گیا جو کانگریس کے صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے دفتر سے موصول ہوئے ہیں۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سکریٹری مسٹر ایس۔ این اگروال بھی کونسل کے جلسہ میں شریک تھے کیونکہ وہ دیوناگری رسم الخط کانفرنس کے سلسلے میں یہاں آئے تھے۔
>
> کونسل نے کانگریس کے صدر کی ہدایت اور کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اس فیصلے سے اتفاق کیا کہ کانگریسیوں کو زبان کی تحریک سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے اور اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ حالانکہ اس ہدایت کا ہمارے صوبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ نہ یہاں زبان کا مسئلہ درپیش ہے اور نہ کسی ممبر کا اس سے تعلق ہے۔

—— پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ زبان کے مسئلے پر صدر کانگریس اور ورکنگ کمیٹی نے ریاستی کانگریس کو یہ ہدایت کی ہے کہ کانگریسیوں کو زبان کے جھگڑوں سے الگ رہنا چاہیئے اور دوسرا انکشاف یہ ہوا کہ "اس ہدایت کا ہمارے صوبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ نہ یہاں زبان کا مسئلہ درپیش ہے اور نہ کسی ممبر کا اس سے تعلق ہے" —— اس انکشاف کی بلاغت بہت دلچسپ ہے!!

—— اب معلوم ہوا کہ اتر پردیش میں تو زبان کا کوئی مسئلہ ہی درپیش نہیں! ہمیں کس قدر غلط اطلاع ملی تھی کہ علاقائی زبان کا کوئی سوال اتر پردیش میں اٹھا ہوا ہے۔ اگر ہم پہلے ہی ریاستی کانگریس سے معلوم کر لیتے تو یہ اطمینان حاصل ہو جاتا کہ یہاں تو بحمد اللہ ہر طرح خیر و عافیت تھی اور کانگریس ہائی کمان کو ضرورت ہی نہ تھی کہ وہ اس باب میں کسی قسم کا ہدایت نامہ بھیجنے کی زحمت گوارا کرے!!

—— اور کانگریس کے صدر جواہر لال نہرو کس قدر بے خبر ہیں کہ انھوں نے خواہ مخواہ رسم الخط کی کانفرنس کے اپنے پیام میں اردو رسم الخط کا ذکر فرمایا! یہاں جب زبان ہی کا کوئی مسئلہ موجود نہیں تو رسم الخط کا سوال کہاں پیدا ہو سکتا

ہے!! — اب ہم سے کوئی لاکھ کہے کہ اترپردیش میں اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی کوئی تحریک جاری ہے۔ ہم یہی کہیں گے کہ یہ سب غلط!

——— نئی دلی۔ ۴ر دسمبر۔ روس کے مشرقی علوم کے ماہرین نے دو ہزار سال قبل کے قدیم ہندوستان کے نظام ریاست سے متعلق ایک رسالہ ارتھ شاستر روسی ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔ اس کا انکشاف آج روسی خبر رساں ایجنسی تاس کی ایک شائع کردہ خبر سے ہوا۔

روس میں مہابھارت اور رامائن کی رزمیہ نظموں کا ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے روس میں شرقیات کا ادارہ ہندوستانی لٹریچر اور کئی ہندوستانی زبانوں پر کافی محنت کر رہا ہے۔ اس نے ہندی اور اردو کے قواعد و ضوابط کی کتابیں بھی تیار کی ہیں، ہندی سے روسی اور اردو سے روسی زبانوں کی لغات بھی مکمل کر لی گئی ہیں جن میں پچاس ہزار الفاظ ہیں!

——— ابھی تک تو اردو والوں کو پاکستانی ذہنیت کے طعنے سننے پڑتے تھے لیکن تعجب نہیں اگر ہمارے احباب اس خبر کو پڑھ کر اردو والوں کے کمیونزم کے اتصال کا خدشہ ظاہر فرمانے لگیں۔ لیکن غنیمت یہ ہے کہ اس خبر میں اردو کے ساتھ ہندی کا نام بھی آیا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تنہا اردو کمیونزم کے خطرے میں مبتلا ہو گئی ہے!

——— رہا یہ امر کہ روسی حکومت کا یہ التفات اردو زبان کی طرف کیوں ہے تو ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ یہ روسیوں کی بیوقوفی ہے کہ انہوں نے بھی اردو کو ہندوستان کی ایک قابل لحاظ زبان سمجھا!!

انجمن کی خبریں

جے پور نواب ممتاز الدولہ محمد مکرم علی خاں صاحب مکرم رئیس جہانگیر (یو۔پی) و درائے پور (راجستھان) نے اپنی سالگرہ کے مبارک موقع پر ایک نہایت شاندار دعوت مشاعرہ دی۔

نواب صاحب موصوف انجمن ترقی اردو جے پور کے سرپرست ہیں۔ ادبیات اور بالخصوص شعر و سخن سے خاص ذوق ہے۔ ممتاز باغ کی عمارت الموسوم بہ عیش منزل اعلیٰ فرش و فروش سے مزین ہونے کے علاوہ بجلی کے قمقموں، گلدستوں اور پھولوں کے ہاروں اور خوشبوؤں سے عروس نو بنی ہوئی تھی۔

جے پور کے منتخب شعرا کو دعوت شرکت دی گئی تھی۔ ٹونک۔ بھرت پور اور اجمیر کے بھی خاص شعرا نے شرکت کی۔ سامعین میں جے پور کے اہلِ ذوق سخن رکھنے والے سب ہی حضرات شریک تھے۔ خان بہادر اعجاز احمد خیری صاحب صدر انجمن ترقی اردو نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ مہمانوں کے لئے پر تکلف چائے اور نفیس ترین پان سگریٹ کا انتظام تھا جس کا دور برابر چلتا رہا۔ ٹھیک ۱۰ بجے شب طرحی مشاعرہ شروع ہوا۔ طرح تھی۔

وسعتِ صحرا و صحنِ گلستاں ہے سامنے

قافیہ۔ گلستاں۔ مشاعرہ پہلی ہی غزل سے گرم ہو گیا اور آخر تک برابر رنگ جما رہا۔ ایک سے ایک عمدہ غزل پڑھی گئی

آخر میں خود نواب صاحب موصوف کا کلام سنایا گیا۔ ان کی طرحی غزل سب پر فوقیت لے گئی۔ آپ نے اس بزم میں اپنے حسب ذیل دو قطعے بھی متعلق اردو سنوائے جو بہت پسند کئے گئے۔ یہ اسی مشاعرہ کے لئے آپ نے رقم فرمائے تھے۔

قطعات

زبانیں مل کے دنیا کی ہوئی اردو زباں پیدا
ہوا ہے بالفظ و معنی اک جسمِ جاوداں پیدا
کوئی دیکھے تو چکبست و نسیم و میر و غالب کو
کئے ہیں اس زمیں نے کیسے کیسے آسماں پیدا

اسی کو آج سب اردو زباں کا نام دیتے ہیں
جو لعل بے بہا ہے ہند کے سارے خزینوں میں
لطافت اس کی دنیا میں مسلّم کوئی کیا جانے
یہ وہ مے ہے چھلکتی ہے جو دل کے آبگینوں میں

۱۲ بجے شب کے بعد نہایت کامیابی کے ساتھ مشاعرہ اختتام پذیر ہوا

اجمیر اجمیر۔ ۲۷ر نومبر۔ ۲۷ر نومبر کو بعد نماز جمعہ انجمن ترقی اردو اجمیر اور سیرت کمیٹی اجمیر کی جانب سے طلب کردہ مسلمانان اجمیر کا ایک جلسۂ عام جامع شاہجہانی درگاہ شریف میں منعقد ہوا جس میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کے علمی اور دینی کارناموں پر سید عبدالانیس نیازی صاحب اور مولانا مولوی محمد یونس صاحب خطیب اجمیر نے تقریریں فرمائیں ایک تجویز تعزیت منظور ہوئی اور فاتحہ پڑھی گئی۔

بالاپور بالاپور (برار) ۳ر دسمبر۔ آج شام "ہادی لاج" میں جناب سید شریف الاسلام صاحب نقشبندی کی جانب سے بغرض ملاقات جناب منور حسین صاحب شاکر اورنگ آبادی معتمد مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو زیر اہتمام انجمن ترقی اردو بالاپور ایک عصرانہ ترتیب دیا گیا جس میں اراکین بالاپور کے علاوہ کھام گاؤں۔ آکولا اور امراؤتی کے اراکین نے بھی شرکت کی۔

جناب ہادی نقشبندی صاحب بی۔ اے (علیگ) نائب صدر مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو نے معزز مہمان شام "شاکر اورنگ آبادی" کا تعارف کراتے ہوئے ان کی ادب و زبان کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ نیز مدھیہ پردیش اردو کانفرنس کے جلد از جلد انعقاد پر زور دیتے ہوئے عصر حاضر میں اردو کی پہلے سے زیادہ ضرورت پر تبصرہ کرتے ہوئے بہی خواہان اردو کو ان کے فرائض کی جانب توجہ دلائی۔

ختم تقاریر پر جناب سید شریف الاسلام صاحب نقشبندی صدر انجمن نے انجمن کی جانب سے جناب شاکر اورنگ آبادی کو زریں ہار پہنایا۔ بعدہٗ جناب شاکر نے اپنی تقریر میں تقسیم ہند کے بعد تحریک اردو و مدھیہ پردیش

انجمن ترقی اردو کے قیام و اردو کانفرنس کے برار میں جلد از جلد کئے جانے کے تذکرہ کے ساتھ فرمایا کہ ہمارے صوبہ میں "ترقی اردو" سے زیادہ "تحفظ اردو" کی ضرورت ہے۔ نیز انھوں نے انجمن ترقی اردو بالاپور کی گزشتہ ۲۰ سالہ بیش بہا خدمات کا اعتراف "اردو ہفتہ" وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب میزبان شریف نقشبندی صاحب و انجمن کا شکریہ ادا کیا۔

جناب محمد حفیظ اللہ خان صاحب بیدر صدر مدرس انجمن ہائی سکول کھام گاؤں نے اپنے خاص انداز میں اپنا کلام سنایا۔ بعدہٗ جناب محمد تفضل حسین صاحب نیازی سکریٹری انڈین یوتھ ایسوسی ایشن امراوتی نے ترنم کے ساتھ اپنی غزلوں سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ آخر میں جناب شاکر اورنگ آبادی نے حاضرین کے اصرار پر اپنی کئی غزلیں اور نظمیں سنائیں۔

جناب محمد ضیاء الحق خان صاحب معتمد انجمن مفید الاسلام کھام گاؤں و جناب عبداللطیف صاحب سالک خازن انجمن ہائی اسکول کھام گاؤں نے بھی اپنی تقاریر میں اردو زبان و ادب کی ضرورت پر تبصرہ کرتے ہوئے مدھیہ پردیش اردو کانفرنس کے جلسے میں باہمی اشتراک و تعاون کی درخواست کی اور یہ تقریب شب میں دس بجے ناظم انجمن کے شکریہ کے بعد ختم ہوئی۔

جلسۂ تعزیت

بالاپور (برار) ۲۵ر نومبر ۱۹۵۳ء بوقت ۱۱ بجے دن انجمن ترقی اردو (ہند) بالاپور کا ایک جلسۂ خصوصی زیر صدارت جناب حکیم محمد معصوم صاحب ارمان سجادہ نشین درگاہ بابا سیلانی شاہ "کاشانۂ ارمان" میں منعقد ہوا۔

حسن اتفاق سے جناب ہادی نقشبندی صاحب جو آجکل مدھیہ پردیش اردو کانفرنس کے جلسے میں برار تشریف لائے ہوئے ہیں شریک جلسہ تھے۔ جناب صدر کی خواہش پر ان کی جانب سے جناب ہادی نقشبندی صاحب نے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم صاحب "سیرت النبی" کی مختصر سوانح حیات اور علمی کارناموں کا مبسوط جائزہ لیتے ہوئے ایک تجویز تعزیت پیش کی۔

کھام گاؤں

سالانہ اجلاس مجلس طلبار قدیم انجمن ہائی سکول کھام گاؤں (برار) مجلس عاملہ مجلس طلبار قدیم انجمن ہائی سکول کھام گاؤں (برار) نے اپنے حالیہ جلسہ منعقدہ "ہادی لاج" بالاپور (برار) مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۳ء یہ طے کیا ہے کہ مجلس کا اجلاس اواخر جنوری یا اوائل فروری میں مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو و برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنسوں کے ساتھ کھام گاؤں میں منعقد کیا جائے۔

لہٰذا تمام طلبار قدیم انجمن ہائی سکول کھام گاؤں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موجودہ پتے سے معتمد مجلس کو حسب ذیل پتے پر مطلع فرمائیں تاکہ ان سے ربط قائم کیا جا سکے اور سالانہ جلسے کی تاریخوں سے انھیں مطلع کیا جا سکے۔

محمد تفضل حسین نیازی
معتمد مجلس۔ گل محمد بلڈنگ۔ ناگپوری گیٹ
امراوتی (برار)

ہندوؤں کے قدیم اُردو اخبارات

(از مرزا عبدالقادر بیگ قمرؔ)

جہاں تک ہندوؤں کے قدیم اُردو اخبارات کا تعلق ہے امداد صابری صاحب کی تاریخ صحافت اُردو پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل کے ۲۵ سال میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں سے ایسے اخبارات شائع ہوتے تھے کہ ان پرچوں کی تعداد تیس سے متجاوز تھی۔ ان پرچوں کے متعلق ہم کو جو معلومات ملی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پرچے ہندو اڈیٹروں کی ادارت اور اہتمام میں شائع ہوتے تھے اور پوری طرح ہندوؤں کی ترجمانی اور ان کی مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔

ان میں بعض پرچوں مثلاً بنارس اخبار اردو و وکٹوریہ پیپر کا مقصد ہی ہندو مذہب کی حمایت اور اشاعت تھا۔

ہندوؤں کے اخبارات میں جام جہاں نما کا نام سرفہرست ہے۔ جام جہاں نما ہندوؤں کے قدیم اردو اخبارات ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان بھر میں اردو اخبارات میں سب سے پہلا اخبار ہے۔ جدوجہد کی کسی گزشتہ اشاعت میں اس کا مفصل تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

ہندوؤں کا دوسرا جریدہ شمس الاخبار ہے۔ یہ پرچہ بھی جام جہاں نما کی طرح کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی پہلی اشاعت مئی ۱۸۲۳ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کے ناشر ماسٹر موہن متر اور طابع جناب منی رام ٹھاکر تھے اس کا دفتر چودنگا اسٹریٹ میں تھا۔

دہلی سے ہندوؤں کا پہلا پرچہ قران السعدین ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا۔ یہ اخبار تین صفحات کا ہوتا تھا۔ اس میں تصاویر بھی ہوتی تھیں۔ اس کا مقصد اجرا قارئین کو مغربی معلومات بہم پہنچانا تھا۔ خبروں کے علاوہ اس میں سائنس ادب اور سیاست سے متعلق مضامین اور مفید بحثیں بھی ہوتی تھیں۔ یہ اخبار ہفتہ وار تھا اور ہر پیر کو شائع ہوا کرتا تھا۔ اس کی لکھائی چھپائی کا انتظام بہت معقول تھا۔ دہلی کی مفصل خبریں اور دربار شاہی کی تاریخ وار تفصیلی حالات اور کبھی کبھی بادشاہ کا کلام بھی اس میں چھپتا تھا اس کا معیار بلند تھا۔ جب کسی سرکردہ ہستی کا انتقال ہوتا تھا یا کوئی اور اہم واقعہ پیش آتا تو اس کا پس منظر بھی بڑی احتیاط سے مرتب کر کے اس میں شائع کیا جاتا۔ اور اشتہارات اس میں خاصے ہوتے تھے۔ مطبوعہ کتابوں پر تبصرے اس کی خصوصیت تھی۔ اخبار کشمیری گیٹ میں شائع ہوتا تھا۔ ناشر پنڈت دھرم نرائن بھاسکر تھے۔ گنگا رام صاحب اس کے کاتب تھے۔ یہ اخبار تقریباً بارہ برس تک نکلتا رہا۔

فوائد الناظرین اور محب ہند ماسٹر رام چندر نے دہلی سے ۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۷ء میں جاری کئے۔ یہ دونوں معلوماتی پرچے تھے جو مختصر مدت تک جاری رہنے کے بعد بند ہو گئے۔

ماسٹر رام چندر نے جو کالستھ تھے تبدیل مذہب کیا اور عیسائی ہو گئے۔

فوائد الناظرین نومبر ۱۸۴۵ء میں چھپنا شروع ہوا اور چند سال تک جاری رہا۔

اس کے مہتمم پربھو دیال اور پرنٹر موتی لال صاحب تھے۔ یہ بھی ہفتہ وار تھا اور فل سکیپ کے چار صفحوں پر چھپتا تھا اس میں قانونی معاملات پر خصوصیت سے بحث کی جاتی تھی۔ اخبار کے ایڈیٹر کو قانونی مسائل سے خاص دلچسپی تھی اور وہ قانونی سوالات کے جوابات بھی اپنے پرچے میں شائع کیا کرتے تھے۔ یو۔پی میں ہندوؤں کا پہلا اخبار غالباً ۱۸۴۵ء میں بنارس سے شائع ہوا۔

اس کا نام سدھا کر تھا۔ یہ چھاپہ خانے میں چھپتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر تارا موہن مترا تھے۔

گوالیار اخبار کے نام سے لکشمی پرشاد مرحوم کی ادارت میں ۱۸۵۳ء سے گوالیار سے ہندوؤں کا پہلا اردو اخبار نکلا۔ یہ اخبار دو کالموں میں چھپتا تھا۔ ایک کالم میں فارسی رسم الخط اور دوسرے میں دیوناگری رسم الخط میں خبریں اور مضامین ہوتے تھے۔ خیراتی لال صاحب نے بھی کچھ عرصہ تک اس اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔

گوبند رگھوناتھ صاحب مرہٹہ کی ادارت میں بنارس سے ہندوؤں کا ایک اور پرچہ بنارس اخبار ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا۔

اس اخبار کو مہاراجہ نیپال سے امداد ملتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا بڑا زور تھا اور حکومت کا سہارا پا کر مشنری ہندو مذہب اور مذہب اسلام پر زبردست حملہ کر رہے تھے۔ چنانچہ ہندوؤں کے اخبارات ان باتوں سے غیر متاثر نہیں تھے۔ مشنریوں کی مخالفت میں یہ اخبار پیش پیش تھا۔ اس زمانہ میں ہندو مذہب کی جیسی شدید حمایت اس اخبار نے کی شاید ہی کسی دوسرے پرچے نے کی ہو۔ یہ اخبار اپنی حمایت مذہب کی بنا پر خوب مقبول تھا۔ اور ۱۸۵۳ء تک بڑی شان و شوکت سے جاری رہا۔

بریلی سے عمدۃ الاخبار کے نام سے لچھمن پرشاد صاحب نے ایک ہفتہ وار پرچہ جاری کیا تھا۔ اس کے ایڈیٹر کو علمی اور ادبی معاملات سے بہت دلچسپی تھی۔ چنانچہ انھوں نے دماغی زینت کے نام سے علمی اور اخلاقی سائیکلوپیڈیا بھی مرتب کی تھی۔

اردو اس زمانے میں آجکل کی طرح دہلی یو۔پی وغیرہ کے علاوہ بھی ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں مقبول تھی اور عام طور پر بولی جاتی تھی۔ اندور جیسے دور افتادہ علاقوں سے اردو اخبارات شائع ہوتے تھے۔ اندور سے ہندوؤں کا ایک اخبار "مالوہ اخبار" کے نام سے ۱۸۴۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے ایڈیٹر دھرم نرائن صاحب تھے۔ وہ شاعر اور ادیب ہی نہ تھے بلکہ ان کا معاشیات اور تاریخ کا وسیع مطالعہ تھا۔ پرچہ ہفتہ وار تھا اور بالعموم آٹھ صفحات پر شائع ہوتا تھا۔

آگرہ سے ان دنوں اخبار الحقائق شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر موتی لال صاحب تھے۔ لاہور کا اخبار کوہ نور جنوری ۱۸۵۰ء میں منشی ہرسکھ رائے کے اہتمام سے جاری ہوا۔ یہ پرچہ بہت مقبول ہوا۔ ۱۸۵۱ء میں ہفتے میں دو مرتبہ پھر ہفتہ میں تین مرتبہ اور ۱۸۸۱ء میں روزانہ ہو گیا۔ لیکن بعد میں یہ پھر ہفتہ وار ہو گیا۔

اس لحاظ سے اسے اردو کا پہلا روزنامہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

کوہ نور کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب سے ان دنوں چشمۂ فیض کے نام سے لالہ دیوان چند صاحب کی ادارت میں ایک اور اردو پرچہ شائع ہوتا تھا۔

پنجاب پانچ دریاؤں کی وہ دلکش سرزمین آج ہی سے نہیں بلکہ کم از کم ایک صدی سے اردو اخبارات کا مرکز رہی ہے۔ چنانچہ کوہ نور کے علاوہ جو لاہور سے نکلتا تھا گجرانوالہ سے گنج پنجاب بادارت منشی کنڈا مل صاحب سیالکوٹ سے خورشید عالم بادارت منشی ہرمکھ رائے اور خیر خواہ پنجاب بادارت منشی دیوان چند صاحب برسوں شائع ہوتے رہے۔ خورشید عالم ہفتہ وار تھا۔ یہ بارہ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اور ہر منگل کو شائع ہوتا تھا۔ اس کا سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔

میرٹھ سے جام جہاں نما صاحب ہندوؤں کا ایک اخبار شائع ہوتا تھا مہاراجہ بنارس کی سرپرستی میں بنارس سے ۱۸۵۱ء میں ایک اور پرچہ باغ و بہار کے نام سے شائع ہوا۔ بنارس اخبار کے بعد بنارس سے شائع ہونے والا یہ ہندوؤں کا دوسرا پرچہ تھا۔

الہ آباد سے یکم جنوری ۱۸۵۲ء سے نور الابصار کے نام سے ہندوؤں کا ایک اور پرچہ بادارت منشی سدا سکھ صاحب جاری ہوا۔ یہ پندرہ روزہ تھا۔ اس میں تاریخی، جغرافیائی، زراعتی اور تعلیمی معلومات ہوتی تھیں۔

بنارس سے ہندوؤں کا تیسرا پرچہ آفتاب ہند کے نام سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا اس کے ایڈیٹر بابو رگھوناتھ تھے۔

اس دور میں پنجاب کے ہندوؤں کے اردو اخبارات میں لاہور سے نکلنے والا پندرہ روزہ ہمائے بے بہا زیر ادارت منشی دیوانچند صاحب اور سیالکوٹ کا وکٹوریہ پیپر باہتمام رائے دیوانچند رئیس سیالکوٹ بھی قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر میں علمی مضامین، ترجمے، سرکاری احکام اور معلوماتی مضامین شائع ہوتے تھے۔ وکٹوریہ پیپر میں بہت ٹھوس اور مفید مضامین شائع ہوتے تھے۔ دیوانچند صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے منشی گیان چند صاحب نے اس پرچہ کو سنبھالا اور یہ کافی عرصے تک جاری رہا۔ اس میں ہندو مذہب کی تبلیغ بھی کی جاتی تھی۔ اسی اثنا میں لاہور سے مفاد ہنود کے نام سے ایک پرچہ ڈپٹی کمشنر کی سرپرستی میں جاری کیا گیا۔ نام سے ظاہر ہے کہ یہ پرچہ ہندوؤں کا تھا اور جس کا مقصد ہندوؤں کے مفاد کا تحفظ تھا۔

بدایوں سے ۱۸۵۵ء میں منشی نیتا نند صاحب کی قیادت میں فیض بخش کے نام سے ایک پرچہ جاری ہوا۔

نول کشور صاحب کے اہتمام سے جنوری ۱۸۵۴ء میں آگرہ سے ۱۲ صفحات پر مشتمل سفیر آگرہ کے نام سے ایک پرچہ جاری تھا۔

منشی کنہیا نرائن عاشق اور پنڈت بیج ناتھ صاحبان کے ایما سے لکھنؤ سے ۱۸۵۶ء میں سحر سامری کے نام سے ایک ہفتہ وار پرچہ جاری ہوا۔

اور منشی شیو نرائن نے ۱۸۵۶ء میں آگرہ سے مفید خلق جاری کیا جو

...بر شکل ہوتا تھا اور ہر شکل کو سچ ہوتا تھا۔

یا ہندوؤں کے تیس قدیم اخبار اور تذکرہ اردو کی غیر فرقہ وارانہ حیثیت کے اثبات اور اس بے بنیاد دعویٰ کو رد کرنے کے لئے کافی ہیں کہ اردو سے ہندوؤں کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔

(جادۂ جدید دہلی)

ایک اپیل

محترم و مکرم۔ آداب نیاز

میں آجکل مشاہیر اردو (قدیم و جدید) کے خود نوشت سوانح ترتیب دے رہا ہوں۔ لیکن جیسا آپ جانتے ہیں یہ کام کتنا دشوار ہے اور ظاہر ہے کہ ادب دوست افراد کی مدد کے بغیر اس کا انجام پانا بہت مشکل ہے۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ آپ کے توسط سے اہل علم سے ہاتھ بٹانے کی درخواست کروں۔

اس تذکرے کی اجمالی ترتیب یہ ہوگی۔ شعرا۔ ناقدین۔ فسانہ نگار۔ ڈرامانگار۔ مترجم۔ محققین۔ مفسرین۔ ماہرین تعلیم اور مدیران اخبارات و رسائل۔

اس سلسلے میں امداد طلب امر یہ ہے کہ جن کتب و رسائل میں ان اصناف میں سے کسی بھی صنف سے تعلق رکھنے والی کسی مشہور ہستی کے حالات خود نوشت ملتے ہوں اس کے حوالے سے مجھے مطلع کیا جائے۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حل ہے کہ جن لوگوں کے حالات اس میں شامل کئے جائیں گے ان میں سے ہر ایک کے متعلق اس کے کسی معاصر کا تبصرہ بھی شامل کیا جائے گا یا اگر معاصر کی رائے نہ مل سکے تو اس شاعر سے قریب ترین دور کے کسی مختصر سی عبارت لے لی جائے گی۔

مشاہیر اردو کا یہ خود نوشت تذکرہ باتصویر ہوگا۔ اکثر اہل ذوق کو تصاویر کے جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے اگر اس بارے میں بھی میری رہنمائی کی جائے تو بہتر ہوگا۔ "مصنفین اردو" "شاعروں کا البم" (طبع اول ۱۹۳۵ء) مرتبہ سید زوار حسین زیدی، شائع کردہ حسامی پبلشنگ ہاؤس اور "نگار" جنوری ۱۹۴۱ء میرے لئے کارآمد ثابت ہوں گی اگر کسی صاحب کے پاس ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی ہو تو وہ قیمتاً یا مستعار مرحمت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

امید ہے علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والی ہستیاں ایسے تذکرے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے میری معاونت کرنے میں دریغ نہ فرمائیں گی۔ مجھے مندرجہ ذیل پتے پر لکھا جاسکتا ہے۔

اکبر علی خاں

بتوسط امتیاز علی خاں صاحب عرشی۔ محلہ مجلوار۔ رامپور (یو۔ پی)

نئی مطبوعات

سنگم (ہفتہ وار)

[ادارت۔ غلام سرور صاحب، شہباز حسین صاحب۔ داناپور (پٹنہ)
چندہ سالانہ چار روپے آٹھ آنہ]

ہفتہ وار "سنگم" بہار کا نیا اخبار اس صوبہ کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ غلام سرور صاحب بہار کے ایک پرجوش کارکن ہیں اور ان کی ادارت اس اخبار کی کامیابی کی ضامن ہے۔ باوجودیکہ اردو کے اخباروں کے لئے اب بہار کی آب و ہوا بھی کچھ زیادہ سازگار نہیں رہی ہے پھر بھی غلام سرور صاحب اور ان کے شرکا کار کا ایک گروہ بہادری کے ساتھ مخالف حالات کا مقابلہ کر رہا ہے۔ یقین ہے کہ "سنگم" کے مقاصد میں اردو زبان کی خدمت اور حفاظت کو بہت نمایاں جگہ حاصل ہوگی اس لئے کہ غلام سرور صاحب خود صوبائی انجمن ترقی اردو کے سکریٹری ہیں اور بہار کی دختلف مہم میں بڑے جوش کے ساتھ حصہ لیتے رہے ہیں۔

ہم بہار کے اس نئے معاصر کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کے آرزومند ہیں۔

تحریک (ہفتہ وار)

رائے بریلی سے ایک ہفتہ وار علمی اور ادبی اخبار تحریک کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ ہم نے اس کا صرف ایک ہی نمبر دیکھا ہے لیکن اراکین ادارہ کی جو فہرست سرورق پر درج ہے اس کو اور ان اہل قلم کے ناموں کو دیکھ کر جنہوں نے اس اشاعت میں مضامین لکھے ہیں یقین ہوتا ہے کہ اگر مجاز اور مسعود اختر جمال اور فراق جیسے اہل قلم آمادہ کرلیں گے تو "تحریک" ایک کامیاب اخبار بن سکتا ہے۔ زیر نظر شمارہ میں مجمع خصوصیات پر کھا گیا ہے اور جس انداز پر کھا گیا ہے امید ہے "تحریک" کو بہت جلد صف اول کے اخبارات میں نمایاں کردے گا۔ اتر پردیش میں سب سے زیادہ ایک ایسے پرچے کی بہت ضرورت تھی (قیمت سالانہ دس روپیہ)

اطلاقی سماجیات

(از ڈاکٹر جعفر حسین)

[ناشر۔ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ ...
اخبار ہندوستان میں ڈاکٹر حفیظ سید مرحوم کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ:-

" ... ... عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر جعفر حسن نے جدید سماجیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ انھوں نے اس موضوع کی تمام شاخوں اور پہلوؤں کو بہت احتیاط سے ناقدانہ نظر کی ہے۔ ان کی زیر نظر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سماجیات کی جدید تحقیقات سے پوری طرح واقف ہیں جن کو انھوں نے اس حد تک اپنے افکار میں جذب کر لیا ہے کہ وہ اس کے بنیادی اصولوں کو ہندوستان کے حالات حاضرہ سے ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔

... ... اردو زبان کی ایک بڑی قابل اعتراف خدمت مصنف نے یہ کی ہے کہ سماجی ادب کی جدید اصطلاحات جو اردو زبان میں استعمال ہوتی ہیں ان کی ایک مکمل فرہنگ کتاب میں شامل کر دی ہے۔

کتاب نہایت خوب لکھی گئی ہے اور بہت سلیقے سے مرتب کی گئی ہے اور اس قابل ہے کہ وہ لوگ جو سماجی مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں بہت غور سے اس کا مطالعہ کریں۔"